التوسّل

باعث تحریر آنکہ!

یہ حضور قبلہ مفتی اعظم پاکستان کا توسل کے موضوع پر لکھا گیا عربی زبان میں ایک تفصیلی فتویٰ ہے۔ قارئین کے افادہ کے لیے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ یہ فتویٰ تحریر فرمانے کی وجہ درج ذیل ہے:

صاحب السمو والشرف والفضیلۃ والسماحۃ، فضیلۃ الشیخ علامہ محمد حبیب الرحمٰن الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ (جو کہ انڈیا کے اکابر علماء اہلسنت میں سرفہرست تھے) ایک مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مکہ اور مدینہ حاضر ہوئے تو آپ مسجد نبوی شریف میں بارگاہِ رسول میں حاضر تھے اور مسجد نبوی میں عشاء کی نماز کا بھی وقت ہو چکا تھا تو آپ نے بعد میں بغیر جماعت کے نماز ادا کی۔ اسی اثناء ایک آدمی آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ نے اس امام (نجدی) کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھی اور آگے خود ہی بولا کہ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں واقعی ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ وہ شخص چلا گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد ایک شرطے کو ساتھ لیے آپ کے پاس آیا اور آپ سے پھر وہی سوالات کیے تو آپ نے بدستور وہی جواب ارشاد فرمایا تو اس نے مسجد نبوی کے خطیب سے بات کی، آپ کو وہاں پھر بلایا گیا تو آپ سے اس خطیب نے پھر وہی سوال کیا اور نماز نہ ہونے کی وجہ بھی پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ:

لنا اختلاف بین فی العقائد نحن نجیز التوسل بالانبیاء والمرسلین. وانکم تظنونہ شرکًا و کفرًا ھذا وجہ الاختلاف بیننا وبینکم ولذا لا یجوز الاقتداء بکم.

خطیب نے آپ کے اس بیان کو قلم بند کیا اور عدالت میں بھیج دیا اور آپ سے اس پر دلائل طلب کیے تو آپ نے بذاتِ خود بھی کئی دلائل انہیں دیے اور پھر مزید دلائل کے لیے حضرت قبلہ مفتی اعظم کی خدمت میں بھی ایک فتویٰ ارسال کیا جس کے جواب میں یہ فتویٰ لکھا گیا۔ یہ سب کچھ ظاہر ہو جانے کے بعد بھی حضرت علامہ الٰہ آبادی کے ساتھ جو ناروا سلوک اختیار کیا گیا وہ بیان کرنے سے باہر ہے۔

اس بات کو پڑھ کر قبلہ مفتی اعظمؒ کے علمی مقام کا پتہ چلتا ہے۔ اپنے وقت کے جید علماءِ کرام بھی اپنے مشکل مسائل کے حل کے لیے آپ سے رابطہ فرماتے بلاشبہ آپ مرجع العلماء تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین (والسلام: محمد طاہر عزیز باروی)

التوسّل

تحریر: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزارویؒ

اردو ترجمہ: قاری محمد طاہر عزیز باروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے توسل کو اپنی مخلوق کا خاصہ بنایا اور وہ خود وسیلہ بننے سے مبرا ہے۔ اور درود وسلام ہو مخلوق کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ مخلوق کے لیے وسیلہ ہیں اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر جنہوں نے آپ کی ذات کو وسیلہ بنایا۔

جہاں تک تعلق ہے کہ انبیاء، مرسلین بلکہ صالحین کی ذات کو وسیلہ بنانے کا تو یہ درست ہے اور یہ عقیدہ کتاب وسنت اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے اور جو شخص یہ کہے کہ یہ عقیدہ شرک ہے تو وہ شخص جاہل، گمراہ اور گمراہ کن ہے۔ کیونکہ توسل تو شرعاً مطلوب اور عمدہ ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا ہے تو پھر یہ شرک کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شرک قبیح لذاتہٖ ہے اور حکم باری تعالیٰ مامور بہ کے حسن ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو جو چیز حسن ہو اس کا قبیح لذاتہٖ ہونا محال ہے۔ پس ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم اس امر کو واضح کر دیں جو ہمارے مخالفین پر پوشیدہ رہا۔

تو سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ "توسل" لغت کے اعتبار سے کسی شے کو حصول مقصد کے لیے وسیلہ اور سبب بنانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (علامہ ابن اثیر جزری (۵۵۴-۶۰۶ھ) ابن منظور افریقی اور مرتضٰی زبیدی، ابن اثیر النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۱۸۵/۵)

اور اصطلاحِ شرع میں اس سے مراد یہ ہے کہ "وہ شے جس کی رب تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و منزلت ہو اس کو دعا کی قبولیت کا وسیلہ بنایا جائے۔" پس جو چیز اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ کی حامل ہے اس کو وسیلہ بنانا جائز و حسن ہے خواہ وہ چیز کوئی ذات ہو یا نیک عمل ہو۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء و مرسلین اور صالحین مسلمانوں کا ایک بلند مقام بارگاہِ ربّ العزت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا، ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔" (۲/۲۵۳)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا:

"اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔" (۳/۳۳)

"اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا ربّ تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"۔ (۵/۹۳)

"اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (۴/۶۴)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

"اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے۔ (۸/۶۳)

اور اسی طرح انبیاء و صلحاء کے لیے قدر و منزلت احادیث سے بھی ثابت ہے۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ: "نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لیے دو امانیں نازل فرمائی ہیں ایک: " وما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم

". اوردوسری "وما كان الله معذبهم و هم يستغفرون" (ترمذی، ابواب التفسیر، ص ۴۳۹)

اور طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک صالح مومن کے سبب اس کے پڑوس کے گھروں سے ۱۰۰ افراد سے عذاب دور کر دیتا ہے۔ (کنزالعمال ۵/۹)

اور امام ترمذی نے الجامع میں روایت کیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو نیک، متقی اور اللہ کے ہاں عزت والا ہو اور دوسرے وہ جو بدبخت اور اللہ کے ہاں ذلیل ہو"۔ (ترمذی، ص ۴۷۰)

پس مندرجہ بالا نصوص صراحت سے یہ بات بیان کرتی ہیں کہ مرسلین و صالحین کا اللہ کے ہاں ایک بلند مرتبہ ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء و مرسلین و صالحین بلکہ اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز و مستحسن ہے۔

جہاں تک تعلق ہے کسی ذات کو وسیلہ بنانے کا تو یہ کتاب و سنت، اجماع اور اقوالِ سلف سے ثابت ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔" (۳۵/۵)

یہ آیتِ کریمہ ذوات اور اعمال ہر دو کو شامل ہے کیونکہ وسیلہ سے مراد ہر وہ شے ہے جس کے ذریعہ توسل کیا جائے یعنی جس کے ذریعہ اس کا قرب حاصل ہو خواہ وہ قرابت ہو یا فضل ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ (تفسیر الکشاف، جاراللہ زمخشری، م ۵۳۸ھ)

اور دوسری وجہ یہ کہ وسیلہ سے مراد قربت ہے اور قربت یا تو اسم فاعل یعنی مقرب کے معنی میں ہے اور حقیقی مقرب اللہ کی ذات ہے اور وہ یہاں مراد نہیں لہٰذا اسناد سبب کی طرف ہوگی یعنی وہ چیز جو اللہ کے قرب کا سبب ہو یا پھر قربت اسم مفعول کے معنی میں ہے

یعنی جسے اللہ نے اپنے قریب کیا ہو۔ پس قربت دونوں معانی کے اعتبار سے ذات و عمل دونوں کو شامل ہے کیونکہ اللہ کے قرب کا سبب اور بذات خود اللہ کے قریب جس طرح اعمال ہوتے ہیں اسی طرح ذوات بھی ہوتی ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے "و ما کان اللّٰہ لیعذّھم و انت فیھم" فرمایا ہے اسی طرح "و ما کان اللّٰہ معذبھم و ھم یستغفرون" بھی فرمایا ہے۔ یہاں "ھم یستغفرون" میں اعمال کا بیان ہے تو وہاں "انت فیھم" میں ذوات کا بیان ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و لو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توّاباً رحیما) اس آیت میں "فاستغفروا اللّٰہ" اعمال کا بیان ہے تو "واستغفرلھم الرسول" میں ذوات کا بیان ہے۔ پس معلوم یہ ہوا کہ قرب کا سبب ہو یا خود مقرب الی اللہ ہو وہ ذات بھی ہو سکتی ہے اور اعمال بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی معنیٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لیے دو امانیں نازل فرمائی ہیں۔ ایک "وما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم" اور دوسری "وما کان اللّٰہ معذبھم و ھم یستغفرون" (ترمذی، ابواب التفسیر، ص ۴۳۹)

امام حاکم (م ۴۰۵ھ) نے مستدرک (۳۱۲/۲) میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان" وابتغوا الیہ الوسیلۃ " کے بارے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے محفوظین کو اس بات کا علم تھا کہ حضرت ابن ام عبد وسیلہ کے اعتبار سے اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

اور امام بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۱، ص ۱۳۷ پر باب الاستسقاء میں روایت نقل کی ہے کہ "حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعا کی اور حضرت عمرؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ حضرت عباسؓ کو قربِ الٰہی کا وسیلہ

بنالو۔(فتح الباری،۲/۴۱۲)

ابن سعد (م ۲۳۰ھ) نے اپنے طبقات (۴۴۴/۷) میں ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے یزید بن اسود جرشی کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعا کی۔اور امام ابواسحاق (م:۴۷۲ھ) نے "المہذب" کے باب الاستسقاء میں بھی اس کو ذکر کیا ہے اور ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ "التوسل والوسیلہ" میں دونوں کو ذکر کیا ہے۔ان مذکورہ روایات کی تفصیل ان شاءاللہ آگے ذکر ہوگی۔

پس ان روایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام آیتِ وسیلہ کو اس معنی پر محمول کرتے تھے جو ذوات اور اعمال دونوں کو شامل ہے اور آئندہ مذکورہ احادیث سے اس کی زیادہ وضاحت ہوگی۔

سنت سے ثبوت:

ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) نے اپنی سنن میں بابِ صلوٰۃ الحاجت (ص :۹۹) پر روایت کیا ہے کہ "حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تیرے لیے دعا کو موخر کردوں یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو ابھی کردوں۔اس نے عرض کی: آپ ابھی دعا فرمادیں۔آپ نے اس کو اچھی طرح وضو کرنے، دو رکعت نماز پڑھنے اور یہ دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا:

" اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے جو کہ نبی رحمت ہیں۔اے محمد ﷺ میں آپ کے سبب متوجہ ہوا اپنے ربّ کی طرف اپنی اس حاجت میں تاکہ پوری ہو جائے۔اے اللہ! ان کی سفارش میرے بارے میں قبول فرما۔"

اس کے آخر میں فرمایا کہ امام اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ قسم بخدا! ہم ابھی متفرق نہیں ہوئے تھے اور نہ ہماری گفتگو لمبی ہوئی تھی کہ وہ آدمی صحیح سلامت آنکھوں کے ساتھ آیا اور اس کی بصارت ایسی تھی گویا کہ کبھی اندھا پن تھا ہی نہیں۔

امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) نے الجامع میں اس حدیث کو ابواب الدعوات (ص: ۵۱۵) میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے التاریخ (۲۰۹/۶) میں روایت کیا ہے۔ امام طبرانی (م ۳۶۰ھ) نے المعجم الصغیر (ص: ۱۰۳) پر روایت کیا ہے۔ امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ امام حاکم نے (م: ۴۰۵ھ) نے المستدرک (۵۱۹/۱) کتاب الدعاء میں روایت کیا اور کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) نے اپنی مسند (۱۳۸/۴) میں روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ (م ۳۳۱ھ) نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

المنذری (م ۴۵۶ھ) نے الترغیب والترھیب (۴۷۴/۱) پر، امام نووی (م ۶۷۶ھ) نے کتاب الاذکار، باب صلوٰۃ الحاجۃ (ص: ۱۶۷) پر، تقی الدین سبکی شافعی (م ۷۶۵ھ) نے کتاب شفاء السقام (ص: ۱۶۵) پر، نورالدین الھیثمی (م: ۸۰۷ھ) نے مجمع الزوائد (۲۷۹/۲) پر، ابن تیمیہ نے (م: ۷۲۸ھ) نے اپنے رسالہ التوسل والوسیلہ میں، عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم نے جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی میں (۲۸۲/۴) پر، جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر وکبیر اور خصائص کبریٰ (۲۰۱/۲) پر، احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے مواہب اللدنیہ میں فصل زیارۃ قبرہ علیہ السلام میں، محمد بن عبدالباقی المالکی (م: ۱۱۶۲ھ) نے شرح المواہب میں (۳۶۱/۸) پر، امام شوکانی (م ۱۳۵۰ھ) نے تحفۃ الذاکرین (ص: ۱۶۲) پر اور اپنی کتاب الدرالنضید میں بھی نقل کیا ہے۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی عظیم ذات کو وسیلہ بنانا جائز ہے کیونکہ نبی

کریم ﷺ نے اس شخص کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کو اپنی حاجت کی دعا میں وسیلہ بنائے۔

اسی طرح صالحین کی ذات کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے۔ امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے الجامع الصحیح میں روایت کیا ہے (۱/۱۳۷) باب الاستسقاء۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط زدہ ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے پانی طلب کرتے اور عرض کرتے "اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے نبی ﷺ کی وسیلہ سے پانی طلب کیا کرتے تھے تو تو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا اور اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں ہمیں بارش عطا فرما۔" پس بارش نازل کر دی جاتی۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ پھر حضرت عمرؓ لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے کہ اے لوگو! نبی پاک ﷺ حضرت عباس کو والد کی حیثیت سے دیکھتے تھے اس لیے اے لوگو! حضور ﷺ کے چچا کے معاملہ میں ان کی اقتداء کرو اور ان کو خدا کے قرب کا وسیلہ بنالو۔

فتح الباری (۲/۴۱۲)۔ السنن الکبریٰ للبیہقی (م ۴۵۸ھ) باب الاستسقاء (۳/۳۵۲)۔ تاریخ ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) کتاب الاستسقاء (۲/۳۵۷)۔ المستدرک للحاکم (م ۴۰۵ھ)۔ مصنف عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ)۔ المواہب اللدنیہ للقسطلانی فی فصل الاستسقاء۔ کتاب الاذکار للامام النووی (م ۶۸۶ھ) ص ۱۶۰۔ فتح الباری لابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) ۲/۴۱۲۔ التوسل والوسیلہ لابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)۔ تحفۃ الاحوذی لمحمد عبدالرحمان (۴/۲۸۲)۔ علاوہ ازیں احمد بن محمد قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے المواہب، کتاب الاستسقاء میں، محمد بن عبد الوہاب الزرقانی المالکی (م ۱۱۲۲ھ) نے شرح المواہب (۸/۷۸) میں، امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے نیل الاوطار (۴/۸) اور تحفۃ الذاکرین کے

ص۱۶۲اور الدر المنضید میں نقل کیا ہے۔

ابن سعد (م۲۳۰ھ) نے الطبقات (۴۴۴/۷) میں روایت کیا ہے۔

ابوالیمان، صفوان بن عمرو سے اور وہ مسلم بن عامر الجنائری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قحط پڑ گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق استسقاء کے لیے نکلے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو آپ نے فرمایا "یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟" تو لوگوں نے انہیں آواز دی تو وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منبر پر بیٹھنے کو کہا اور خود ان کے قدموں میں بیٹھ گئے اور عرض کی: "اے اللہ! آج ہم تیری بارگاہ میں اپنے میں سے سب سے بہتر اور افضل شخص کو شفیع بناتے ہیں۔ اے یزید! بارگاہ ربّ العزت میں اپنے ہاتھ بلند فرمایئے۔ یزید نے ہاتھ بلند کیے اور لوگوں نے اپنے ہاتھ بلند کیے۔ فرماتے ہیں لوگ ابھی گھروں تک نہیں پہنچے تھے کہ بادل اٹھے، ہوا چلی اور ہمیں بارش عطا ہوگئی۔

اس روایت کو امام ابواسحاق بن محمد شیرازی (م۴۷۶ھ) نے المہذب، باب الاستسقاء میں روایت کیا ہے۔ امام نووی (م۶۷۶ھ) نے تہذیب الاسماء واللغات (۱۶۱/۲) پر نقل کیا ہے۔ اور امام نووی نے یہی شرح المہذب (۶۷/۵) پر نقل کیا ہے۔ ابن تیمیہ (م۷۳۸ھ) نے رسالہ التوسل والوسیلہ میں۔ محمد بن عبدالرحمان نے تحفۃ الاحوذی میں (۲۸۲/۴) پر۔

پس ان روایت سے ثابت ہوا کہ ذواتِ صالحین سے توسل جائز ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کی موجودگی میں حضرت عباس کی ذات سے توسل کیا اسی طرح حضرت امیر معاویہ نے صحابہ وتابعین کی موجودگی میں یزید بن اسود سے توسل کیا لیکن کسی بھی صحابی یا تابعی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ آیتِ کریمہ میں جو وسیلہ مطلوب ہے وہ عام ہے خواہ ذوات سے ہو یا اعمال سے۔ اگر انبیاء صالحین کی ذوات سے توسل شرک

ہوتا جس طرح کہ منکرین گمان کرتے ہیں تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی حضرت عمر یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر اعتراض ضرور کرتا۔

پس احادیث و آثارِ مذکورہ جس طرح ذوات کے توسل کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صالحین سے توسّل ان کی حیاتِ طیبہ میں جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے توسّل

رسول اللہ ﷺ سے توسل کا جواز عقلاً و شرعاً ثابت ہے۔ جہاں تک تعلق ہے عقلاً جواز کا تو وہ اس طرح کہ وسیلہ بندوں کے لیے قربِ الٰہی کا باعث ہے اور اللہ کا قرب ہی انسانی عبادات و اعمال کا مطلوب و مقصود ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت میں فلاح و سعادت قربِ الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور قرب بغیر وسیلہ کے حاصل نہیں ہوتا لہٰذا دنیا و آخرت میں فلاح و سعادت کا حصول وسیلہ پر موقوف ہے۔ اور ابن قیم جوزی نے اپنی کتاب زاد المعاد میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ دنیا و آخرت کی سعادت و کامیابی اور اللہ کی رضا کا حصول انبیاء و رسل کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

پس معلوم ہوا کہ وہ وسیلہ جس سے دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح حاصل ہوتی ہے وہ انبیاء و رسل کی مقدس ذوات ہیں اور اس وسیلہ سے حاجات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اور حاجت کا پورا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لہٰذا وسیلہ سے نعمت حاصل ہوتی ہے۔ پس جس چیز سے نعمت حاصل ہو وہ بھی نعمت ہوتی ہے کیونکہ نعمت کا سبب بھی نعمت ہوتا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ وسیلہ اللہ کی نعمت و احسان ہے پس جو چیز کامل نعمت ہوگی وہی کامل وسیلہ ہوگی۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انبیاء و رسل اللہ تعالیٰ کے عظیم انعامات میں سے ہیں پس ان کا وسیلہ بننا بھی جائز ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی تو جان لیں کہ نعمتِ کبریٰ اور احسان عظیم اللہ کی جانب سے نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔ کیونکہ آپ ہی رسولِ اعظم، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین ہیں کیونکہ آپ کے بارے میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔" (۱۶۴/۳)

ثابت ہوا کہ نبی ﷺ دنیا و آخرت میں سب سے بڑا وسیلہ ہیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی وسعادت آپ کے ذریعے سے ہی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ابن قیم کا قول ذکر ہوا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کو وسیلہ بنانا صحیح ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کا احسان و نعمت ہے۔ پس اللہ کے ہاں اپنی حاجت پوری کروانے کے لیے اس نعمت و احسان کا ذکر ہی کافی ہے اگرچہ وقت توسل وہ ہمارے پاس موجود نہ ہوں جس طرح کہ اعمال صالحہ کے صرف ذکر سے توسل کیا جاتا ہے اور وہ وقت توسل ہمارے پاس موجود نہیں ہوتے۔ جس طرح کہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ان تین اصحابِ غار کا قصہ مروی ہے جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی اور چٹان نے ان پر غار کا منہ بند کر دیا تھا تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے گزرے ہوئے عمل کے سبب توسل کیا تھا۔ (بخاری کتاب المزارعة باب اذا ذرع بمال قول بغیر أذنهم، ۸۲۱، رقم ۲۲۰۸)

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کے ذکر سے توسل جائز ہے خواہ ان کے ظہور سے پہلے ہو یا بعد میں آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ہو یا ظاہری وصال کے بعد کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے قول " و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین " (۸۱/۳) سے آپ ﷺ کی تخلیق کے بارے میں بتلا دیا تو بندوں کو پتہ چل گیا کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت و رحمت ہیں۔ لہٰذا لوگوں نے آپ کی ذات کو وسیلہ بنا لیا اور اپنی ضرورتوں میں آپ

ﷺ کے ذکر مبارک سے توسل کیا آپ کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی اور بعد از وصال بھی۔

قبل از بعثت نبی ﷺ سے توسل

نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کی ذات سے توسل قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بارے میں فرمایا "اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔" (۸۹/۲) یعنی وہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم اُمی نبی ﷺ کے طفیل تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

امام حاکم (م ۴۰۵ھ) نے مستدرک میں باب التفسیر میں اس آیت کی تفسیر کے تحت روایت کیا ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم اُمّی نبی ﷺ کے طفیل تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ابونعیم (م ۴۰۳ھ) نے دلائل النبوۃ (۱۹/۱) پر نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس (م ۶۸ھ) نے تفسیر ابن عباس میں روایت کیا ہے کہ وہ اوس وخزرج پر نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔ ابن جریر (م ۳۱۰ھ) نے تفسیر ابن جریر (۳۰۸/۱) میں روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے طفیل آپ کی بعثت سے قبل مدد طلب کرتے تھے۔ مجاہد (م ۱۰۴ھ) نے تفسیر مجاہد (۳۸/۱) میں روایت کیا ہے کہ لوگوں پر آپ کے وسیلہ سے مدد طلب کرتے تھے۔ زمخشری نے تفسیر کشاف (۲۹۶/۱) میں روایت کیا ہے کہ جب ان کی مشرکین سے لڑائی ہوئی تو وہ مدد طلب کرتے اور کہتے اے اللہ! اس نبی کے طفیل ہماری مدد فرما جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے۔ امام رازی (م ۶۰۶ھ) نے تفسیر کبیر (۲۰۰/۳) میں روایت کیا ہے کہ وہ فتح ونصرت کا سوال کرتے تھے اور کہتے کہ اے اللہ! ہمیں فتح عطا فرما اور اُمّی نبی کے طفیل ہماری مدد فرما۔ الحافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے تفسیر ابن کثیر میں ذکر کیا کہ یہود رسول اللہ ﷺ کی بعثت

سے قبل آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔ سید محمود آلوسی (م ۱۲۸۰ھ) نے روح المعانی (۲۸۹/۱) میں ذکر کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کے وسیلہ سے اوس وخزرج پر فتح طلب کیا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ ﷺ کی ذات سے توسل آپ کی ولادت سے پہلے، یہ حدیث وسنت سے بھی ثابت ہے۔

امام حاکم (م ۴۰۵ھ) نے المستدرک، کتاب التاریخ (۶۱۵/۲) پر روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب حضرتِ آدم نے خطا کا ارتکاب کیا تو کہا اے میرے ربّ! میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے اپنی بخشش کا سوال کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حالانکہ میں نے تو ابھی انہیں پیدا ہی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے ربّ! جب تو نے اپنے ہاتھ سے مجھے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا دیکھا، تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ صرف اسی کا نام ملایا ہوگا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اللہ نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ کہا محمد ﷺ! مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ان کے وسیلہ سے دعا کر میں تجھے معاف کر دوں گا۔ اور اگر محمد ﷺ نے نہ آنا ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

امام طبرانی (م ۳۶۰ھ) نے المعجم الصغیر (ص: ۲۰۷) پر روایت کیا ہے۔ ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) نے اپنی تاریخ (۳۵۸/۲) پر روایت کیا ہے۔ امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے مستدرک کی تلخیل (۶۱۵/۲) پر، امام احمد بن محمد قسطلانی نے (م ۹۲۳ھ) نے مواہب لدنیہ میں اور محمد بن عبدالباقی الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ) نے شرح المواہب (۳۶۱/۸) (۷۲/۱) پر اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں آپ سے توسل

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں آپ کی ذات سے توسل جائز ہے۔ اسی حدیث پاک کی بناء پر جس کو امام ترمذی، ابن ماجہ، بخاری، حاکم اور احمد بن حنبل نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ایک کمزور بصارت والا شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ سے میری عافیت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کرتا ہوں اور اگر چاہے تو صبر کر یہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ اس نے عرض کی آپ دعا فرما دیں۔ تو آپ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور یہ دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں۔ اے محمد ﷺ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوا اپنی اس حاجت کے بارے میں تا کہ یہ میرے لیے پوری ہو جائے۔

اس کے رواۃ، ناقلین اور ان کی کتابوں کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

آپ ﷺ کی ذات سے توسل بعد از وصال

امام طبرانی (م ۳۶۰ھ) نے المعجم الصغیر (ص ۱۰۳) اور المعجم الکبیر میں بھی روایت کیا ہے کہ ایک شخص گاہے بگاہے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی حاجت لے کر آیا کرتا تھا لیکن حضرت عثمان اس کی طرف نظر التفات نہ فرماتے اور نہ ہی اس کی ضرورت کے متعلق سوچتے پھر وہ شخص حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اس معاملہ کی انہیں شکایت کی تو حضرت عثمان بن حنیف نے اسے فرمایا کہ وضو کا برتن لا اور وضو کر پھر مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھ پھر عرض کرنا "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جناب میں اپنے نبی محمد ﷺ جو کہ نبی رحمت ہیں کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں اور اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے ربّ کی بارگاہ میں متوجہ ہوا تا کہ وہ میری حاجت کو پورا کر دے"۔

پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنا اور میری طرف لوٹ آنا۔

وہ شخص چلا گیا اور اس نے اسی طرح کیا جس طرح حضرت عثمان بن حنیف نے اسے کہا تھا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے دروازے پر آیا اور دربان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت عثمان نے اسے اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت بیان کی اور آپ نے اس کی حاجت روائی فرمائی اور فرمایا کہ تو نے اپنی حاجت کا ذکر نہ کیا حتیٰ کہ یہ گھڑی آ گئی۔ اب اگر تجھے کوئی حاجت ہو تو ہمارے پاس چلے آنا۔ پھر وہ شخص آپ کے ہاں سے نکلا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ میری طرف تو وہ متوجہ ہی نہیں ہوتے تھے اگر آپ میری سفارش نہ کرتے۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ قسم بخدا! میں نے ان سے تیرے بارے کوئی بات نہیں کی۔ میں نے تو صرف نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا کہ ایک کمزور بصارت والا شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی نظر کے ختم ہو جانے کی شکایت کی تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو صبر کرے گا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں اور مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے اسے وضو کرنے، دو رکعت نماز پڑھنے اور مذکورہ دعا مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا کہ قسم بخدا! ہم ابھی اس مجلس سے متفرق نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ہماری گفتگو لمبی ہوئی تھی کہ وہ شخص ہمارے پاس آیا گویا کہ اسے کبھی تکلیف تھی ہی نہیں۔

امام طبرانی نے اس حدیث کے طرق ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے اسے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ منذری (م ۶۵۶ھ) نے الترغیب والترہیب (۲۰۱/۱) میں ذکر کیا ہے۔ الحافظ نورالدین الہیثمی (م ۸۰۷ھ) نے مجمع الزوائد (۲۷۹/۲) پر نقل کیا ہے۔ امام تقی الدین السبکی (م ۷۵۶ھ) نے شفاء

السقام (ص:۱۶۷) پر نقل کیا ہے۔ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) نے اپنی کتاب التوسل والوسلیۃ میں اور محمد عبدالرحمان نے تحفۃ الاحوذی (۱۸۲/۴) پر اس کو ذکر کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے الجامع الصغیر والکبیر اور خصائص کبریٰ (۲۰۱/۲) پر نقل کیا ہے۔ امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے تحفۃ الذاکرین (ص:۱۶۲) اور الدر النضید میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں صحیح سند کے ساتھ ابوسمان سے روایت کی ہے اور انہوں نے مالک الدار سے روایت کی ہے جو کہ حضرت عمرؓ کے خزانچی تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک آدمی بلال بن الحارث مزنی نبی پاک ﷺ کی قبر انور پر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں کہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی پاک ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ عمرؓ کے پاس جاؤ اور عرض کرو تم سیراب کیے جاؤ گے تو حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اے میرے مولا نا مجھ سے کوتاہی اس امر میں ہوتی ہے جس میں میں عاجز آ جاؤں۔

اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۴۱۲/۲) پر نقل کیا ہے۔ اور خیثمہ نے اس کو ابوصالح سمان بن مالک الدار کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ ابن حجر نے الاصابۃ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے دلائل النبوۃ (ص:۱۱) پر اس کو روایت کیا ہے۔ سیف ابن عمر التمیمی (م ۲۰۰ھ) نے اپنی کتاب الفتوح الکبیر میں روایت کیا ہے۔ امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے التاریخ میں ابی صالح ذکوان عن مالک الدار کی روایت سے (۳۰۴/۷) پر نقل کیا ہے۔ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے الاستیعاب (۴۶۲/۲) پر حضرت عمر کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی (م ۸۲۵ھ) نے الاصابہ (۴۸۲/۳) پر اسے نقل کیا ہے۔ اور حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ سیف بن عمر التمیمی نے الفتوح الکبیر میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے مذکورہ خواب دیکھا تھا وہ بلال بن حارث مزنی تھے۔ اس روایت کو امام تقی الدین سبکی (م ۷۵۶ھ) نے شفاء السقام (ص:۱۷۴) پر نقل کیا ہے۔

احمد بن محمد قسطلانی (م ۹۲۳ھ) نے المواہب کے باب الاستسقاء میں نقل کیا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ان دلائل سے انبیاء اور صالحین کی ذات سے خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ان کی ولادت سے پہلے اور بعد میں، آپ کی حیاتِ طیبہ میں اور آپ کے ظاہری وصال کے بعد توسل، قرآن پاک سے، احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی ذات سے توسل پر صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر اب تک اجماع منعقد ہوا ہے اور متاخرین میں سے جس نے اس کے خلاف کہا ہے تو اس کے قول کو ردّ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا قول اجماع صحابہ اور تابعین کے خلاف ہے۔ وہ قول جو اجماع کے خلاف ہو اس کو مردود شمار کیا جاتا ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

اجماع

انبیاء اور صالحین کی ذوات سے توسل کے جائز ہونے میں صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب الاستسقاء میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بناتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کو وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل کرتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں پس بارش نازل فرما۔ پھر صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنالو۔ تو صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی حضرت عمرؓ کے قول و فعل پر اعتراض نہ کیا۔

اسی طرح جب حضرت امیر معاویہؓ نے یزید بن اسود کو صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی میں وسیلہ بنایا اور بارش طلب کی جس طرح کہ طبقاتِ ابن سعد کی روایت میں گزر چکا ہے تو حاضرین میں سے کسی نے اس کو ناپسند نہ کیا۔ پس صحابہ و تابعین کا ذوات انبیاء و صالحین سے توسل پر اجماع ثابت ہو گیا۔ اور اگر ذواتِ صالحین سے توسل شرک، حرام یا

ممنوع ہوتا تو حضرت عمر و امیر معاویہ صالحین سے توسل نہ کرتے اور نہ ہی تمام صحابہ کرام وتابعین ان دونوں کے فعل پر خاموش رہتے اور ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ التوسل والوسیلہ میں ان دونوں واقعات سے صحابہ کرام سے اجماع کی تصریح کی ہے نیز اس نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی صحیح مشہور دعا میں، مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی موجودگی میں، اہل علم کے اتفاق سے، قحط سالی کے مشہور سال میں، جب قحط سالی شدید ہوگئی حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے قسم کھالی کہ وہ گھی نہیں کھائیں گے حتیٰ کہ لوگ خوشحال ہو جائیں پھر جب آپ نے حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش طلب کی تو آپ نے دعا فرمائی:

اللھم انا کنا نتوسل ..... الخ

تمام صحابہ کرام نے اس دعا کا اقرار کیا ہے۔ اور اس کی شہرت کے باوجود کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہٰذا یہ اظہر اقراری اجماعات میں سے ایک ہے۔ اور اس کی مثل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں دعا کی۔ (یہ سارا کلام ابن تیمیہ کا ہے۔)

اس طرح نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے توسل کے جواز پر صحابہ کرام کا اجماع حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی منعقد ہوا تھا۔ جب ایک شخص بلال بن حارث مزنی نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور اس سے فرمایا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ تم سیراب کیے جاؤ گے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اے میرے مولا! مجھ سے کوتاہی اس امر میں ہوتی ہے جس میں میں عاجز آ جاؤں۔

اس بات کو ابن ابی شیبہ، بیہقی، بخاری اور ابن عبدالبر اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام کا اجماع اس شخص کے قصہ میں بھی منعقد ہوا جو گا ہے بگا ہے حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس اپنی حاجت لے کر آیا کرتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف نظر التفات نہیں فرماتے تھے۔ پھر وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا تو آپ نے اسے یہ دعا سکھائی۔ "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے نبی کے وسیلہ سے جو رحمت والے نبی ہیں۔ اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجت کے لیے اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔ الخ

تو حضرت عمرؓ اور جو صحابہ آپ کے پاس موجود تھے۔ ان میں سے کسی نے بلال بن حارث مزنی کے قول و عمل پر اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور آپ کے پاس موجود صحابہ کرام نے اس شخص اور عثمان بن حنیف کے قول و عمل پر اعتراض کیا بلکہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے اصحابِ قصہ کی برکت کا اعتراف کیا۔

اسی طرح جب بارش ملنے کی بشارت مشہور ہوئی تو اس بشارت کا سبب بھی مشہور ہو گیا اور وہ بلال بن حارث مزنی کا رسول اللہ ﷺ سے بارش طلب کرنا تھا جو انہوں نے ان الفاظ سے کی تھی کہ:

" اے اللہ کے رسول! ﷺ اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں۔"

صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور یہی صحابہ کرام و تابعین کا اجماع سکوتی تھا اور ابن تیمیہ نے اس اجماع کے انعقاد کا اعتراف ان الفاظ سے کیا ہے کہ "یہ حضرت عمرؓ کی دعا ہے جس کا تمام صحابہ نے اقرار کیا ہے اور اس کی شہرت کے باوجود کسی نے انکار نہیں کیا اور یہ اظہر اقراری اجماعات میں سے ایک ہے۔ اور اس جیسی ایک دعا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں مانگی تھی جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اور امام شوکانی نے اپنے رسالہ الدر النضید میں اس بات کی تصریح ان الفاظ

سے کی ہے کہ: " نبی ﷺ سے توسل آپ کے وصال کے بعد اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔"

پس رسول اللہ ﷺ اور صالحین کی ذوات سے حضور ﷺ کے وصال کے بعد توسل پر صحابہ کا اجماع ثابت ہے۔ لہٰذا جو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ذات سے توسل یا صالحین کی ذات سے توسل کا انکار کرے تو تحقیق اس نے اجماع کی مخالفت کی۔ اور وہ قول جو اجماع کے مخالف ہو وہ بالاتفاق باطل ومردود ہے۔ اس لیے تمام علماء نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے کیونکہ اس نے صالحین اور نبی کریم ﷺ کی ذات سے بعد از وصال توسل کو ناجائز کہا ہے۔ ابن تیمیہ کا یہ قول اس اجماع کے مخالف جو کہ صحابہ کرام و تابعین سے ثابت ہے اور ہم تک منقول ہے۔

لیکن تعجب ابن تیمیہ پر ہے کہ اس نے ان احادیث کی صحت کا اعتراف کیا ہے اور اجماعِ صحابہ کے انعقاد کا بھی اعتراف کیا ہے اور حضرت عثمان بن حنیف کی اس حدیث کو بیان کیا ہے جس میں اس شخص کا قصہ ہے جو گاہے بگاہے حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس آیا کرتا تھا۔

اور نابینا شخص کی حدیث کو بہت سے مصنفین نے ذکر کیا ہے۔ پھر ابن تیمیہ نے حضرت عمرؓ کا حضرت عباس سے توسل اور حضرت امیر معاویہ کا یزید بن اسود کا قصہ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی دعا ہے۔ تمام صحابہ کرام نے اس کا اقرار کیا ہے اور کسی نے بھی اس کی شہرت کے باوجود اس کا انکار نہیں کیا اور یہ اظہر اقراری اجماعات میں سے ایک ہے۔

تو اس اعتراف کے ہوتے ہوئے صالحین اور نبی کریم ﷺ کی ذات سے بعد از وصال توسل کے انکار کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس اعتراف سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ دعا جس میں ایسے کمالات ہوں جن میں آپ ﷺ کی ذات پاک اور

صالحین کی ذوات سے توسل ہو وہ جائز اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ اور یہی کام اصطلاح شرع میں توسل ہے۔

علاوہ ازیں اس کا نبی کریم ﷺ اور صالحین کی ذات سے توسل کا انکار کرنا یہ صحابہ کرام کے اجماع کا انکار ہے۔ حالانکہ اس نے اجماع کے تحقق کا اقرار کیا ہے اور اجماع کا اعتراف یہ توسل کا اعتراف ہے اور اجماع کا اعتراف یہ توسل کے انکار کے مناقض ہے۔

جب اسے یہ اشکال لازم ہوا تو اس نے اپنے اس قول کے ذریعے خلاصی کی کوشش کی کہ جو چیز احادیث اور اجماع سے ثابت ہے وہ دعا کے ذریعہ توسل کرنا ہے۔ لیکن اس کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ دعا تو دعا مانگنے والے کا قول ہے کہ "اے اللہ! میں تیرے نبی کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں" لیکن اس کا یہ کہنا کہ "اے محمد ﷺ ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا"۔ اور یہ کہنا کہ "اے مولا! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔" یا یہ کہنا کہ "اے اللہ! ہم وسیلہ بناتے ہیں، ہم شفیع بناتے ہیں یا ہم یزید بن اسود کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں"۔ یا یہ کہنا کہ "اے اللہ کے رسول! اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں۔" یہ سب توسل کے ذریعے دعا کرنا ہے نہ کے دعا کے ذریعے توسل کرنا ہے اور ان دونوں میں فرق واضح ہے۔

اور ابن تیمیہ نے جو یہ کہا کہ یہ حضرت عمرؓ کی دعا ہے اور تمام صحابہ نے اس کا اقرار کیا ہے، اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ وہ دعا جس میں آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ یا صالحین کی ذوات سے توسل کا ذکر ہو وہ جائز اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے اور یہی چیز صورۃً ومعنیً توسل کہلاتی ہے۔ لہٰذا ابن تیمیہ کے انکار کا مقصد کیا ہے؟

پس حاصلِ کلام یہ کہ ابن تیمیہ کا انکار باطل ومردود ہے کیونکہ وہ اجماع کے مخالف ہے کیونکہ وہ اجماع کے انعقاد کا اعتراف کر چکا ہے۔ اور اس کا یہ کہنا کہ یہ دعا کے

ذریعے توسل ہے یہ جھوٹ اور غلط ہے کیونکہ جو چیز احادیث سے ثابت ہے وہ توسل کے ذریعے دعا کرنا ہے نہ کہ دعا کے ذریعے توسل کرنا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اس بات کا بھی اعتراف کر چکا ہے کہ یہ ایسی دعا ہے جس میں توسل کا ذکر ہے۔

پس جس نے ابن تیمیہ کی تائید کی تو اس کا قول بھی مردود و باطل ہے کیونکہ یہ باطل پر باطل کی بنیاد کی طرح ہے۔ پس ان کا ابن تیمیہ کی موافقت کرنا ان کو نقصان دیتا ہے نہ کہ نفع اور ان کو پست کرتا ہے نہ کہ بلند۔ اور امت کے جمہور علماء نے جن مسائل میں ان کی مخالفت کی ہے ان میں ان کی بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔ جس طرح کہ ابن تیمیہ کی طرف توجہ نہیں دی گئی خصوصاً نبی کریم ﷺ کی زیارت اور آپ سے توسل کے مسئلہ میں۔

اقوالِ سلف

توسل کے جواز کے بارے میں جہاں تک اسلاف کے تعلق ہے تو وہ اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور جو ابحاث گزر چکی ہیں ان کے ضمن میں جن اسلاف کے اقوال کا ذکر ہوا ہے بطورِ حجت وہی کافی ہیں لیکن یہ چند ان آئمہ مجتہدین کے اقوال کو نقل کرتے ہیں جو کہ مسلمانوں کے مقتدا ہیں تاکہ منکرین کے خلاف حجت تمام ہو جائے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م: ۵۰۸)

امام دارمی (م ۲۵۵ھ) نے اپنی مسند (۴۳/۱) باب "اکرام اللہ عبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہٖ" میں ذکر کیا ہے کہ ابو جوزا سے مروی ہے کہ اہل مدینہ ایک مرتبہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے اور شکایت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کی قبر انور کی طرف دیکھو اور آسمان تک ایک سوراخ بنا دو۔ حتیٰ کہ آسمان اور قبر انور کے درمیان چھت نہ ہو، پس انہوں نے ایسا ہی کیا تو بارش

عطا کردی گئی۔

اس کو ابن جوزی (م:۵۹۷ھ) نے الوفا (ص:۸۰۱) پر روایت کیا ہے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت علی المرتضیٰؓ (م ۴۰ھ)

امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے الجامع (۱؍۱۳۷) پر روایت کیا ہے کہ جب اعرابی آیا اور نبی پاک ﷺ سے قحط کی شکایت کی تو آپ۔ نے اللہ سے دعا کی تو بادل بارش سے بھر گئے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر ابو طالب ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ پھر آپ نے فرمایا ان کے اس قول کو کون پڑھے گا؟ تو حضرت علیؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ شاید آپ کی مراد یہ قول ہے۔

آپ ایسی روشن ذات ہیں جن کے چہرے کی برکت سے بارش و بادل کو طلب کیا جاتا ہے اور آپ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کی عصمت ہیں۔

تو نبی پاک ﷺ کا چہرہ مبارک کھل اٹھا۔

امام مالک رضی اللہ عنہ (م:۱۷۶ھ)

قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) نے شفاء شریف باب خدمۃ النبی بعد موتہ لازم میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

امام شہاب الدین خفاجی (م ۸۱۲ھ) نے شرح شفاء (۳۹۸/۳) پر نقل کیا کہ بنو عباس کے دوسرے خلیفہ منصور نے جب حج کیا اور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی تو اس نے امام مالک جو کہ مسجد نبوی میں موجود تھے، ان سے سوال کیا اور ان سے کہا اے ابوعبداللہ! میں قبلہ کی طرف رخ کروں اور دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں تو امام مالک نے فرمایا کہ تو اپنا چہرہ حضورِ اکرم ﷺ سے نہ پھیر جو کہ تیرا اور تیرے باپ آدم کا وسیلہ ہے اللہ کی بارگاہِ عالیہ میں۔ بلکہ تو اپنا چہرہ حضور انور ﷺ کی

طرف رکھ اور انہیں شفیع بنا تو اللہ تبارک وتعالیٰ تیرے بارے میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول کرے گا۔

امام سبکی (م ۷۵۶ھ) نے شفاء السقام (ص:۱۵۴) پر اسے نقل کیا۔

امام قسطلانی (م:۹۲۳ھ) نے المواہب **باب زیارۃ قبر النبی** ﷺ میں اسے نقل کیا۔

امام سمھودی (م:۹۱۱ھ) نے وفاء الوفا (ص:۱۳۲۶) پر اسے نقل کیا۔

امام زرقانی (م:۱۱۲۲ھ) نے شرح المواہب (۸/۳۵۷) پر اسے نقل کیا اور کہا کہ قاضی علیہ الرحمۃ نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (م ۱۵۰ھ)

امام اعظم نے اپنی مسند میں کتاب الحج کے اندر حضرت نافع اور حضرت عمر کے واسطہ سے روایت کیا کہ سنت یہ ہے کہ تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر آئے کعبہ سے اور اپنی پشت قبلہ کی سمت کرے اور اپنا چہرہ قبر انور کی طرف کرے اور پھر یہ کہے: **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ**.

امام کمال الدین بن الھمام الحنفیؒ (م ۸۶۱ھ)

فتح القدیر (۲/۳۷۷) کتاب الحج، باب زیارۃ النبی ﷺ

"اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔"

پھر انہوں نے کہا:

" وہ نبی کریم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے اور کہے یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ (م:۲۰۴ھ)

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی (م۴۶۳ھ) نے التاریخ میں (۱؍۱۲۳) پر بسند صالح روایت کیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں بغداد میں ہوتے۔ وہ امام اعظم ابوحنیفہ سے توسل کیا کرتے وہ ان کے مزار پر آتے، مزار کی زیارت کرتے، ان پر سلام پڑھتے پھر اپنی حاجات کی تسکین کے لیے اللہ کے حضور امام صاحب کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر (م:۹۷۳) نے اپنی کتاب الخیرات الحسان (ص:۶۹) پر بھی امام شافعی کے اہل بیتِ اطہار کے توسل کے قول کو نقل کیا۔ علامہ ابن حجر نے الصواعق المحرقہ (ص:۱۸) پر نقل کیا۔

آل نبی ﷺ ہے میرا ذریعہ اور ہیں وہ اللہ کے حضور میرا وسیلہ۔ میں ان کے
طفیل کرتا ہوں امید ہوگا دستِ راست میں کل عطا مجھے میرا صحیفہ۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ۔ (م:۲۴۱ھ)

علامہ یوسف نبہانی (م:۱۳۵۰ھ) نے شواہد الحق (ص:۱۶۶) پر نقل کیا کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کو وسیلہ بنایا حتیٰ کہ آپ کے بیٹے عبداللہ بن احمد بن حنبل اس سے متعجب ہوئے تو امام صاحب نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بے شک امام شافعی لوگوں کے لیے آفتاب کی مانند ہیں اور بدن کے لیے عافیت ہیں۔

امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ (م۲۷۹ھ)

امام صاحب نے مسلمانوں کی ذاتوں سے توسل کو جائز قرار دیا ہے۔ جس مقام پر انہوں نے اپنی جامع میں جہاد کے بارے میں ایک باب کا ترجمہ کیا ہے اور انہوں نے کہا:

باب ما جاء فی الاستفتاح بصعالیک المسلمین۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اس باب میں حضرت ابودرداء کی حدیث نقل کی ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنے کمزور، نادار لوگوں میں تلاش کرو تمہیں تمہارے کمزور لوگوں کے طفیل ہی رزق ملتا ہے اور مدد دی جاتی ہے۔" الترمذی ص ۲۶۱

امام نووی الشافعیؒ (م ۶۷۶ھ)

امام نووی نے کتاب الاذکار باب الاذکار فی الاستسقاء (ص: ۱۶۰) پر فرمایا کہ جب لوگوں میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو کہ نیکی و بھلائی میں مشہور ہو تو مستحب یہ ہے کہ لوگ اس کے واسطے سے استسقاء یعنی بارش طلب کریں۔ وہ یوں کہیں اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے فلاں بندے توسل سے تیری بارگاہ میں بارش کا سوال کرتے ہیں اور اسے تیری بارگاہ میں شفیع بناتے ہیں۔ جس طرح کہ امام بخاری نے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے استسقاء کیا۔ اور امام نووی فرماتے ہیں کہ صالحین اور نیکوکار لوگوں کے طفیل استسقاء کرنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سے بھی منقول ہے۔

امام الغزالی الشافعیؒ (م: ۵۰۵ھ)

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم باب زیارۃ النبی، باب زیارۃ المدینہ و آدابہا (۳۶۰/۱) پر فرمایا:

زائر یہ کہے، اے ہمارے رب! ہم نے اپنے گناہوں کے معاملہ تیرے نبی ﷺ کو شفیع بنا کر تیرے نبی مکرم ﷺ کا قصد کیا اور آخر میں یہ کہے اور ہم تیرے نبی ﷺ کے اس مقام و مرتبہ کے وسیلہ سے جو تیری بارگاہ میں ان کا ہے اور ان کے اس حق کے وسیلہ بنئے جو انہیں تیری بارگاہ میں حاصل ہے۔

ان لوگوں کے اقوال جو مخالفین کے ہاں بھی حجت ہیں

محمد بن علی علی شوکانی (م: ۱۲۵۰ھ)

ان میں سے ایک محمد بن علی شوکانی ہیں۔انہوں نے اپنی کتاب تحفۃ الذاکرین (ص: ۱۶۳) پر عثمان بن حنیفؓ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ حدیث میں نبی پاک ﷺ کو بارگاہِ ربّ العزت تک وسیلہ بنانے کے جواز پر دلیل موجود ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ انبیاء و صالحین کی ذوات کو وسیلہ بنانا چاہیے۔انبیاء کے توسل کی دلیل حضرت عثمان بن حنیف والی حدیث ہے جس کو امام ترمذی اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد امام شوکانی نے وہ حدیث ذکر کی ہے۔اور صالحین سے توسل کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں صحابۂ کرام نے حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی۔

علاوہ ازیں اس نے اپنے رسالہ الدر النضید میں کہا ہے کہ نبی پاک ﷺ سے توسل آپ کی حیات میں، بعداز وصال، آپ کی موجودگی اور آپ کی غیوبت، ہر صورت میں جائز ہے۔آپ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ سے توسل ثابت ہے اور آپ کے غیر سے توسل آپ کے وصال کے بعد یہ اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے۔اس کی اس عبارت کو محمد عبدالرحیم نے تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی (۲۸۲/۴) پر نقل کیا ہے۔

اور امام شوکانی نے صالحین سے توسل کو بھی ثابت کیا ہے۔ اپنی کتاب نیل الاوطار (۸/۴) میں جہاں اس نے ترجمہ "الباب" باب الاستقاء بذوی الاصلاح ،رکھا ہے۔اس باب میں اس نے حضرت انس کی حدیث پاک نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے وسیلہ سے بارش طلب کی۔ پھر اس نے حدیث کی شرح میں فتح الباری کی عبارت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت عباس کے قصہ سے صالحین، اہل خیر اور اہل بیت نبوت کو شفیع بنانے کے استحباب پر دلیل ملتی ہے۔ نیز اس میں حضرت عباس اور حضرت عمر کی فضیلت بھی نظر آتی ہے کہ آپ نے حضرت عباس کا حق پہچانا اور ان کے لیے عاجزی اختیار کی۔اور فتح

الباری کی عبارت نقل کرنے کے بعد امام شوکانی نے کہا کہ حضرت انس کے ظاہری الفاظ یعنی "جب قحط پڑتا تو حضرت عمرؓ حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور عرض کرتے کہ اے مولا! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے۔ صیغہ استمرار کے ساتھ ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے ایسا کئی مرتبہ کیا۔

ابن تیمیہ: (م ۷۲۸ھ)

اور ایک ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) ہیں۔ اس نے اپنے رسالہ التوسل والوسیلہ میں حضرت عثمان بن حنیف والی حدیث میں اس آدمی کا قصہ ذکر کرنے کے بعد جو بار بار حضرت عثمان بن حنیف کے پاس آتا تھا، کہا ہے کہ یہ نابینا شخص والی حدیث ہے جو کئی مصنفین نے روایت کی ہے جس طرح کہ امام بیہقی وغیرہ۔

پھر اس نے اس رسالہ میں کہا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی صحیح مشہور اور اہل علم کے اتفاق سے ثابت دعائیں صحابہ کرام انصار و مہاجرین کی موجودگی میں، قحط سالی کے سال میں جب قحط سالی شدید ہوئی، کہا کہ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ اس دعا پر تمام صحابہ نے اقرار کیا ہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔ اس لیے یہ اظہر اقرار جماعات میں سے ایک ہے اور اس کی شکل حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں دعا کی تھی۔ (تحفۃ الاحوذی، ۲۸۲/۴)

امام ابن قیم: (م ۷۵۱ھ)

ان میں سے ایک ابن قیم (م ۷۵۱ھ) بھی ہیں اس نے اپنی کتاب زاد المعاد (۲۸/۱) پر کہا ہے کہ دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح صرف رسولوں کا دامن تھامنے سے ہی ممکن ہے اور اللہ کی رضا کا حصول بھی یقیناً انہی کے صدقہ سے ممکن ہے۔

یہ اس کی طرف سے اس بات کا اعتراض ہے کہ دنیا میں سطوت و فلاح رسولوں کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ سعادت اور کامیابی عطا کرنا یہ اللہ

تعالیٰ کا فعل ہے تو سعادت وفلاح کو رسولوں کے ہاتھوں پر مخصوص کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ان کی شخصیات اللہ کی بارگاہ میں مذکورہ مقاصد کے حصول کا وسیلہ ہیں۔

علامہ وحید الزمان (م ۱۳۳۸ھ)

انہی میں علامہ وحید الزمان (م ۱۳۳۸ھ) ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی ص ۴۸ پر شوکانی، اسحاق دہلوی اور اسماعیل دہلوی کی گفتگو اور بحث کو نقل کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے اصحاب میں سے شوکانی کا یہ قول ہے کہ محض نبی پاک ﷺ کی ذات کے ساتھ توسل کے جواز کی کوئی صورت اور وجہ تخصیص نہیں جیسا کہ عزالدین بن عبدالسلام کا خیال ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاحبِ فضل وعلم کو وسیلہ بنانا حقیقت میں انکے اعمال صالحہ اور اوصافِ فاضلہ کو وسیلہ بنانا ہے۔

اور ایک اور مقام پر علامہ وحید الزمان کا کہنا ہے کہ کسی نبی یا ولی یا صاحبِ علم کو وسیلہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص مزار پر آئے اور صرف اللہ کے حضور دعا کرے اور اس صاحبِ مزار کو وسیلہ بنائے تو یہ کہے کہ اے ہمارے پروردگار مجھے فلاں چیز سے شفایابی نصیب فرما۔ میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور اس عبد صالح کو تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور اس عبد صالح کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں تو مختصراً یہ ہے کہ اس کے جواز میں کوئی تردد نہیں۔

اور شیخ المشائخ مولانا اسحاق نے "مائۃ مسائل" کے اندر کہا ہے کہ حرمت والے مہینے، شعرِ عظام اور نبی اکرم ﷺ کے مزارِ اقدس کی حرمت کے طفیل خوشحالی اور آسانی کی دعا مانگنا جائز ہے؟ اور مولانا اسماعیل شہید نے التقویہ میں کہا کہ یہ جائز ہے کہ اے اللہ! میں فلاں ولی کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

جب ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ توسل جائز بلکہ شرعاً امر مطلوب ہے تو یہ شرک کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ شرعاً امر مطلوب کا شرک ہونا محال ہے اور شرک کا شرعاً امر مطلوب ہونا بھی ناممکن ومحال ہے۔

اما حکم المتعقد بالتوسل بالانبیاء و المرسلین علیھم الصلوٰۃ والسلام

سابقہ دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص انبیاء اور مرسلین کے وسیلے کا معتقد ہو اس کا اعتقاد حق ہے اور کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ اور اجماعِ صحابہؓ سے ثابت ہے اس کا ایمان حمد باری سے کامل ہے اور اس کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں کیونکہ وہ اعتقاد اور اعمال میں اللہ اور اس کے رسول کا مطیع ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے فوزِ عظیم تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ اور اسی طرح وہ ان لوگوں کے واسطے پر ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور جو شخص ان ہستیوں کے ساتھ ہے وہ سچائی اور راستے پر ہے۔ یہی حق اور ایمان کا معیار ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ انبیاء اور رسل کا توسل شرک ہے اور اس کا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ، صحابہ اور سلف صالحین کی تکذیب کی ہے کیونکہ شرک سے مراد الوہیت میں مشارکت کا اعتقاد رکھنا یا اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں مشارکت کا اعتقاد رکھنا اور توسل صفات اللہ اور افعال الٰہی میں سے نہیں بلکہ یہ بندوں کی خصوصیات میں سے ہے۔

وہابیوں کے ائمہ نے صراحتاً یہ بات ذکر کی ہے کہ وہ امور جو انبیاء اور صلحاء کی حیاتِ طیبہ میں ان سے طلب کیے جا سکتے ہیں جیسے کہ دعا اور شفیع ماننا تو ان کے وصال کے بعد ان امور کا ان سے طلب کرنا شرک نہیں ہوتا۔ اس قاعدہ کو علامہ وحید الزمان نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی (ص: ۱۸) پر ذکر کیا ہے اور انہوں نے شوکانی کا کلام نقل کیا ہے کہ شوکانی نے کہا کہ مخلوق میں سے استعانت اور مدد طلب کرنا ان امور میں جن پر وہ قدرت رکھتے ہیں، اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور ان سے طلب نہیں کیے جاتے۔ ان کی حیات کی حالت میں تو ان امور کا مخلوق سے ان کی موت کے بعد طلب کرنا شرک ہوتا ہے۔

اور توسل کیسے شرک ہے حالانکہ وہ بندوں کی خصوصیات میں سے ہے اور اسے انبیاء، صحابہ اور صالحین نے کیا ہے، تو جس نے یہ کہا کہ توسل شرک ہے یا یہ کہا کہ اس کا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے تو وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے تو حد سے تجاوز کرنے والا اور دین کے معاملے میں متشدد ہے اور دین کے معاملے میں تشدید خوارج اور وہابیوں خاصہ ہے۔

اور علامہ وحید الزمان نے اس بات کا اعتراف کیا ہے اور وہ بھی وہابیوں کے رکن ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض بھائیوں نے متاخرین میں سے شرک کے معاملے میں شدت اختیار کی ہے اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا ہے اور انہوں نے افعال مکروہہ اور افعال محرمہ کو بھی شرک قرار دیا ہے پھر انہوں نے ہدیۃ المہدی کے حاشیہ میں بعض اخواننا کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد شیخ محمد بن عبد الوہاب ہے جس مقام پر اس نے ان امور کو شرک اکبر قرار دیا ہے جس طرح کہ اس کے پیغام سے سمجھا جاتا ہے جو اس نے اہل مکہ کو لکھا اور مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں اکثر امور میں محمد بن عبد الوہاب کی پیروی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے توسل کا جواز کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اجماع سے ثابت ہے اور یہ صراحتاً حق ہے اور حق کے بعد صرف گمراہی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں اور اس کی بارگاہ عالی میں اس کے برگزیدہ نبی کو وسیلہ بناتے ہیں کہ وہ ہمارے اس عمل کو مقبول ومنظور فرمائے۔ بے شک وہ ذات صاحب فضل عظیم ہے اور اس کے نبی مکرم انتہائی وسیع کرم کے مالک ہیں۔

ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم۔

☆......☆......☆......☆

یکم اکتوبر 2007ء 7:28

18 رمضان المبارک 1427ھ